پروفیسر امین اللہ وثیر

لاہور میں ابنِ عربی کے مخطوطات

الشیخ الاکبر محی الدین محمد بن علی بن محمد بن احمد بن عبداللہ المعروف ابن عربی (یا ابن العربی) اندلس کے جنوب مشرقی علاقے میں واقع شہر مُرسیہ میں ۱۷ رمضان ۵۶۰ھ (۲۸ جولائی ۱۱۶۵ء) کو پیدا ہوئے۔ ان کی نسبت الحاتمی الطائی سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عرب کے قدیم قبیلہ طیٔ سے تعلق رکھتے تھے جس کے فرزندوں میں حاتم جیسا مشہور عالم سخی انسان بھی شامل ہے۔ ابن عربی کا سلسلۂ نسب اس حاتم کے بیٹے عدی سے ملتا ہے جو صحابیٔ رسولؐ تھے۔ شیخ مُرسیہ کے ایک مشہور اور نیک خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اور ان کے والد بھی صوفیانہ انداز کے آدمی تھے۔

ابن عربی کی عمر ابھی آٹھ سال کی تھی کہ وہ ۵۶۸ھ (۱۱۷۲ء) میں اپنے آبائی شہر سے نکلے اور لزبن جا پہنچے۔ یہاں انھوں نے شیخ ابوبکر بن خلف (۵۸۶ھ) سے قرآن مجید پڑھا اور فقہ اور فقہ اسلامی کے ابتدائی اصولوں کی تعلیم حاصل کی۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ اشبیلیہ منتقل ہو گئے۔ یہ شہر اس زمانے میں اندلس میں تصوّف کا اہم مرکز بنا ہوا تھا۔ یہاں شیخ نے عمرِ عزیز کے تیس سال بسر کیے اور اس لمبے عرصے میں فقہ اسلامی، احادیثِ نبوی اور دوسرے دینی علوم سے کماحقہٗ واقفیت بہم پہنچائی۔ اس شہر میں ان کی ملاقات اندلس کے بعض معروف روحانی پیشواؤں سے ہوئی جن میں یوسف بن خلف القمی، صالح العدوی اور ابو عمران وغیرہم شامل ہیں۔ شیخ نے تصوّف میں ان حضرات سے بہت کچھ سیکھا۔

ان تیس سالوں میں شیخ ابن عربی نے اندلس اور مغرب اقصیٰ کے بہت سے شہروں کا سفر کیا اور خوب گھومے پھرے۔ وہ قرطبہ بھی گئے۔ جہاں مشہور فلسفی ابن ارشد سے ان کی پہلی ملاقات ہوئی جو اس وقت قاضیٔ شہر تھا۔ المقری کے بیان کے مطابق یہاں انھوں نے ابن بشکوال کے سامنے بھی زانوئے تلمذ طے کیا۔ وہ تونس، فاس اور مراکش بھی گئے۔

اڑتیس سال کی عمر میں ۵۹۸ھ (۱۲۰۱ء) شیخ نے مشرق کی طرف کوچ کیا۔ اگرچہ ان کے اس سفر کا

بڑا مقصد عالم اسلام کے اہم مقدس مقامات کی زیارت کرنا تھا لیکن بعض لوگوں کے نزدیک اس کا ایک سبب اندلس اور مغرب میں رونما ہونے والے روز افزوں سیاسی انتشارات بھی تھے۔ علاوہ ازیں اس وقت تک غالباً ابن عربی نے اپنے مخصوص افکار و نظریات کی اشاعت کا آغاز بھی کر دیا تھا۔ لیکن انھیں اور ان جیسے دیگر صوفیا کے لیے اندلس اور شمالی افریقہ کے فقہا کی شدید مخالفت کے پیش نظر اپنی بات کہنا کچھ ایسا آسان کام نہ تھا۔ ان ملکوں میں اس زمانے میں فلسفہ و تصوف کو اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔

۵۹۸ھ میں ابن عربی اپنے شاگرد رشید اور خادم عبداللہ الحبشی کی معیت میں مصر پہنچے لیکن یہاں وہ زیادہ عرصے کے لیے قیام نہ کر سکے۔ ان کی شدید مخالفت ہوئی اور کئی مرتبہ مصریوں نے ان کے قتل تک کے منصوبے بنائے وہ جان بچا کر مصر سے نکل گئے اور مشرقی ملکوں میں دُور دُور تک سیر و سفر کرتے رہے۔ انھوں نے بیت المقدس، حجاز، مکہ معظمہ، بغداد، حلب اور ایشیائے کوچک کے سفر اختیار کیے۔ بغداد میں وہ دوبارہ آئے اور مکہ معظمہ میں کچھ عرصے کے لیے پڑھاتے بھی رہے۔ مشرق میں آکر انھوں نے حافظ ابن عساکر اور ابو الفرج ابن الجوزی جیسے علما سے اجازت حاصل کی۔ ان شہروں اور علاقوں میں وہ جہاں کہیں بھی گئے ان کا بڑی عزت و احترام سے استقبال کیا گیا اور انھیں بیش بہا دولت پیش کی گئی جسے وہ ہمیشہ غریبوں اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتے۔

آخر کار وہ دمشق میں منتقل ہو گئے اور آخر کار یہیں لیلۃ الجمعہ ۲۸ ربیع الثانی ۶۳۸ھ (۱۶ نومبر ۱۲۴۰ء) کو جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ وہ جبلِ قاسیون کے دامن میں دفن کیے گئے۔

شیخ کے دو صاحبزادے تھے۔ سعد الدین (م: ۶۵۶ھ) جو اعلیٰ پائے کے شاعر اور عماد الدین (م: ۶۶۷ھ) ان دونوں کی قبریں بھی اپنے والد کے پہلو میں ہیں۔

ابن عربی وحدۃ الوجود کے قائل ہیں بلکہ جامی کے الفاظ میں "قدوۃ قائلان بوحدۃ الوجود" بنیادی طور پر وہ صوفی ہیں۔ انھوں نے "خدا" اور "انسان" کے اسرار و رموز کے سلسلے میں غالباً دوسرے ہر صوفی، فلسفی سے بڑھ کر غور و خوض کیا اور اپنے نظریات کی وسیع پیمانے پر نشر و اشاعت کی۔ ابن عربی کی تصانیف صدیوں اہل علم کے ہاں بحث و تمحیص اور رد و کد کا موضوع بنی رہی ہیں۔ ان تصانیف کی بنا پر ابن عربی کے بارے میں علمائے اسلام کی

آرا میں خاصا اہم اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض لوگوں نے مصنف کو زندیق کہا اور بعض کے نزدیک وہ رئیس الاصفیا قرار پائے۔ علامہ سیوطیؒ کہا کرتے تھے کہ ابن عربی کی ولایت پہ تو اعتقاد رکھنا چاہیے لیکن ان کی کتابوں کا دیکھنا حرام ہے۔

امام ذہبی کا کہنا ہے:

"ولولا شطحة فی کلامه وشعره لم یکن به بأس ولعل ذٰلك وقع منه حال سکره وغیبته"۔

ابن عربی کی تصانیف میں سے فصوص الحکم خاصے معرکے کی چیز ہے لیکن ان کے خلاف طعن کا بڑا سبب بھی غالباً یہی کتاب بنی۔

ابن عربی کا طرز بیان بیشتر رمزیہ انداز کا ہے۔ اگرچہ انھوں نے جابجا اپنے وحدۃ الوجودی نظریات کو اسلام کے قدیم بنیادی اصولوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان کے اسلوبِ بیان کی پیچیدگی نے ان کے خلاف جن شکوک و شبہات کو جنم دیا انھیں بھی بآسانی جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

المقری نے ان کے حالات و کوائف پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور ان کی تعریف و توصیف میں بخل سے کام نہیں لیا۔ لیکن اس کا بھی کہنا ہے:

وکان ظاهری المذهب فی العبادات، باطنی النظر فی الاعتقادات۔

مغرب میں ابن عربی کے افکار و نظریات نے گہرے اثرات چھوڑے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عربوں کے اندلس نے جدید یورپ کو تہذیب و تمدن کے سلسلے میں بہت کچھ دیا اور علم و عرفان کی روشنی یہیں سے یورپ میں پھیلی۔ چنانچہ جہاں دوسرے اندلسی عرب فلسفیوں مثلاً ابنِ ارشد وغیرہ کے نظریات کا یورپ میں شہرہ ہوا۔ ابن عربی کے آرا کی بازگشت بھی سنی گئی۔

Senor Asin Palacios کا یہ قول Islam and Divine Comedy میں موجود ہے کہ نہ صرف یہ کہ Divine Comedy کے بے شمار خیالات و افکار ابن عربی سے متاثر ہو کر لکھے گئے۔ بلکہ دانتے نے جنت اور دوزخ کا سارا جغرافیہ ہی ابن عربی (اور دوسرے مسلم مآخذ) سے لیا ہے۔ اسی طرح مشہور ہسپانوی صوفی Ramon Lull

کی تالیفات میں بھی ابن عربی کے اثرات واضح طور پر نظر آتے ہیں، اور امریکہ کے ایک جدید مستشرق Rom Landau نے شیخ کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے:

One of the most original thinkers, not only in Islam but in the world at large.

ابن عربی بہت بڑے مصنف تھے اور گراں قدر تصنیفات کے مالک ہیں ان کی تصانیف کی حتمی تعداد معلوم نہیں۔ لیکن خود انھوں نے اپنی ۲۵۰ سے زائد (بقول بعض ۳ سو) تالیفات کے نام گنوائے ہیں۔ جامی کا کہنا کہ ایک روایت کے مطابق ابن عربی کی تصانیف کی تعداد ۵۰۰ سے زائد ہے۔ اور شعرانی یہ تعداد چار سو کے قریب بتاتے ہیں۔

ابن شاکر الکتبی نے ان کی پچاس کے قریب کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ براکلمن نے ۲۲۰ کے لگ بھگ تصنیفات شمار کی ہیں۔ قاہرہ کے شاہی کتب خانے میں ابن عربی کی تقریباً نوّے تخلیقات کا پتہ چلتا ہے اور جامعۃ الدول العربیۃ کی فہرسِ مخطوطات میں ۵۹ کتابوں کے نام آتے ہیں۔

ابن عربی کی تصانیف و تالیفات کی تعداد خواہ کتنی بھی ہو۔ اس سے بہر حال یہ ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ زبردست تخلیقی ملکہ کے حامل اور بھرپور افکار کے مالک تھے۔ مجدالدین فیروزآبادی مصنفِ القاموس ابن عربی کا بڑا معتقد تھا۔ وہ کہتا ہے:

"اما کتبہ و مصنفاتہ فالبحار الزواخر التی جواہرھا۔ لکثرتھا لا یعرف لھا اول ولا آخر"

اور شاید اسی لیے الذہبی کو کہنا پڑا:

"وھو من عجائب الزمانِ"

ابن عربی نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا۔ تصوف، فقہ، فلسفہ، اخبار و آثار اور دینی علوم و معارف غرضیکہ ہر میدان میں انھوں نے طبع آزمائی کی ہے۔

علاوہ ازیں وہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ ترجمان الاشواق اس سلسلے میں شاہدِ ناطق

المقری کا کہنا ہے،

"لہٗ اشعار حسنۃ وکلام ملیح۔"

پروفیسر نکلسن نے ابن عربی کو معدودے چند عرب صوفی شعرا کے سلسلے کی ایک کڑی بتایا ہے۔

چند ایک کے سوا (مثلاً مواقع النجوم اور التدبیرات الالٰہیۃ) ابن عربی نے تقریباً تمام کتابیں مشرق میں آکر لکھیں۔ ان کی سب سے اہم اور پختہ فکر کی حامل کتابیں زندگی کے آخری پندرہ بیس سالوں میں لکھی گئیں ورنہ ابتدائی تصانیف کو ہم Monographs کہہ سکتے ہیں۔

سطور بالا میں شیخ ابن عربی کی تصانیف کا مختصر سا خاکہ پیش کیا گیا۔ ان کتابوں کے غیر مطبوعہ نسخے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں اور تعجب کی بات ہے کہ دنیا کے اس عظیم مفکر کی بیشتر تخلیقات تاحال زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکیں۔ معجم المطبوعات العربیۃ میں ان کی صرف ۲۸ کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے اور انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (اردو ایڈیشن پنجاب یونیورسٹی) سے بھی ان کی مطبوعہ تصانیف کی نہایت محدود تعداد کا پتہ چلتا ہے۔

اسے لاہور کے اہلِ علم کی خوش قسمتی پر محمول کرنا چاہیئے کہ ان کے شہر میں بھی ابن عربی کے مخطوطات کی ایک خاصی تعداد موجود ہے۔ مخطوطات کا یہ بیش بہا ذخیرہ ملک کے نامور شاعر حضرت احسان دانش کی ملکیت ہے جو اسے بڑی محبت کے ساتھ محفوظ کیے ہوئے ہیں۔ زیرِ نظر مضمون کی غرض و غایت دراصل انہی مخطوطات کی کچھ تفصیل پیش کرنا اور علمی و ادبی حلقوں کو اس دولتِ گراں مایہ سے روشناس کرانا ہے۔

ان رسائل و کتب کی تعداد جن کے مخطوطے دانش صاحب کے پاس محفوظ ہیں ۴۹ ہے۔ یہ مخطوطات قریباً چار ہزار صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں۔ ان کا کاغذ نہایت نفیس، اور چکنا ہے اور کتابت بہت خوشخط نسخ میں فلسکیپ سائز پر کی گئی ہے۔ ماسوائے ایک دو کے تمام رسائل فی صفحہ ۱۳ سطور پر مشتمل ہیں۔

ان مخطوطات کی تفصیل یہ ہے:

فہرست مخطوطات

نمبر شمار	نام کتاب	سطور فی صفحہ	صفحات
۱	کتاب الیاء وھو کتاب الھو	۱۳	۲۷
۲	کتاب الالف وھو کتاب الاحدیۃ	"	۲۶
۳	کتاب الفناء فی المشاہدۃ	"	۲۰
۴	کتاب الجلال والجمال	"	۴۱
۵	کتاب اصطلاح الصوفیہ	"	۲۰
۶	کتاب المیم والواو والنون	"	۲۵
۷	کتاب الازل	"	۱۴
۸	ترجمہ (فارسی) مناظر علیہ للشیخ عبدالکریم الجیلی موسوم بہ	"	
	شاہد محمود در تجلیات	"	۱۶۲
۹	مطلع خصوص الکلم فی معانی فصوص الحکم للشیخ		
	ابن العربی (لداود القیصری) جلد اول	"	۴۰۰
	جلد دوم	"	۴۰۱
	جلد سوم		۱۰۰۱
۱۰	رسالۃ الواحدۃ المطلقۃ	"	۲۵
۱۱	کتاب التجلیات	"	۸۲
۱۲	کتاب الاسفار عن نتائج الاسفار	"	۱۰۰
۱۳	تحذیر ذوی التسخیر	"	۲۸
۱۴	الاجوبۃ اللائقۃ	"	۴۱
۱۵	رسالۃ الاتحاد الکونی	"	۲۷
۱۶	کتاب المدخل	"	۲۳
۱۷	نبذۃ یسیرۃ من کلام الشیخ (ماخوذ من کتاب حل الرموز ومفاتیح الکنوز)	"	۲۲

۱۸	رسالة مراتب الوجود	۱۳	۴۴
۱۹	کتاب المعرفة	〃	۱۱
۲۰	کتاب الدار	〃	۲۴
۲۱	کتاب النقباء	〃	۳۰
۲۲	کتاب مفاتح الغیب	〃	۱۲
۲۳	کتاب نسخة الحق	〃	۱۷
۲۴	کتاب ما اتی به الوارد	〃	۳۲
۲۵	کتاب تاج الرسائل ومنهاج الرسائل (آٹھ رسائل)	〃	۸۹
۲۶	ترجمان الاشواق	〃	(المقدم بالبدایة) ص ۳۱
۲۷	کتاب قول النفیس فی تفلیس ابلیس	〃	۲۳
۲۸	کتاب عنقاء مغرب (التدبیر)	〃	۱۱۶
۲۹	مواقع النجوم	〃	۳۵۲
۳۰	قصیدة الشیخ (۴ صفحات آخر میں)		
۳۱	کتاب الجلالة	〃	۲۶
۳۲	کتاب الشأن	〃	۳۶
۳۳	کتاب القربة	〃	۱۷
۳۴	کتاب الاعلام باشارات اہل الالہام	〃	۱۹
۳۵	کتاب القسم الالٰہی باسم ربانی	〃	۴۴
۳۶	رسالة الانوار	〃	۲۷
۳۷	کتاب الاسریٰ الی مقام الاسریٰ	〃	۱۴۷
۳۸	رسالة لا یعول علیه	〃	۲۸
۳۹	کتاب الشاهد	〃	۲۹
۴۰	کتاب التراجم	〃	۸۱

۴۱	کتاب منزل القطب ومقامہٗ وحالہٗ	۱۳	۲۸
۴۲	کتاب رسالۃ الانوار	″	۳۱
۴۳	کتاب الکتب	″	۸۸
۴۴	کتاب المسائل	″	۵۳
۴۵	کتاب حلیۃ الاموال	″	۱۵
۴۶	کتاب نقش الفصوص	″	۱۸
۴۷	وصیۃٌ لہٗ (ای لابن العربی)	″	۱۱
۴۸	شارق شموس المعارف علی الاشواق (کتاب شرح ترجمان الاشواق) لمحمد ابن بدر الجدشی (تلمیذ شیخ)	″	۳۵۴

مصادر

۱۔ محمد بن شاکر الکتبی : فوات الوفیات الجزء الثانی
۲۔ المقری : نفح الطیب - الجزء السابع، طبع مصر
۳۔ ابن العماد الحنبلی : شذرات الذھب - الجزء الخامس، طبع مصر
۴۔ جامی : نفحات الانس، طبع کلکتہ ۱۸۵۸ء
۵۔ طٰہٰ عبدالباقی : محی الدین بن عربی
۶۔ ابن الجوزی : مرأۃ الزمان
۷۔ الشعرانی : طبقات الصوفیۃ
۸۔ الزرکلی : اللاعلام الجزء السابع
۹۔ فہرس المخطوطات (جامعۃ الدول العربیۃ)
۱۰۔ پنجاب یونیورسٹی : اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام
۱۱۔ ″ فہرست پنجاب یونیورسٹی لائبریری
۱۲۔ معجم المطبوعات العربیۃ